بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احکامِ رمضان

(قرآن مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں)

مرتبہ

مسعود احمد صاحب

شائع کردہ:

ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ

قیمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احکامِ رمضان

روزہ کا مقصد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

① یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَیۡكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝

ترجمہ : اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم (روزوں کے ذریعہ) متقی بن جاؤ۔(البقرہ۔۱۸۳)

تفسیر: "صیام" کے معنی کھانے، پینے سے رُک جانا یا روزہ رکھنے کے ہوتے ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچے اور یہی روزہ کا اصل مقصد ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلے گزشتہ اُمتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، یعنی یہ ایسی کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ تم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئی تھی، تم سے پہلے بھی لوگوں پر فرض کی گئی تھی، انہوں نے اسے برضاء و رغبت ادا کیا، لہٰذا تم بھی اسے برضاء و رغبت ادا کرو، یہ کوئی مشکل چیز نہیں کہ برداشت نہ ہوسکے لہٰذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

② اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ فِدۡیَةٌ طَعَامُ مِسۡكِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

ترجمہ : (روزوں کے دن کچھ زیادہ بھی نہیں ہیں کہ تم گھبرا جاؤ بلکہ) گنتی کے چند دن ہیں پھر (ان میں بھی یہ سہولت ہے کہ) تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) گنتی پوری کرلے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو (لیکن نہ رکھنا چاہیں) تو وہ بطور فدیہ (ہر روزہ کے عوض) ایک مسکین کو کھانا دے دیں پھر جو شخص (فدیہ دینے کے اس اختیار کے باوجود) خوشی سے نیکی

کرے (یعنی روزے رکھے) تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے اور (اے ایمان والو!) اگر تمہیں معلوم ہوجائے (کہ روزہ رکھنا کتنی بڑی نیکی ہے تو تم خود فیصلہ کرلوگے کہ) تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔(البقرہ۔ ۱۸۴)

روزوں کی فرضیت کے سلسلے میں یہ ابتدائی آیات ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ روزوں کی تعداد جو فرض کی گئی ہے وہ بھی کچھ زیادہ نہیں لہٰذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ گنتی کے چند دن کی تکلیف برداشت کرلینا تو کسی پر بار نہیں ہونا چاہئے، خصوصاً ایمان والوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور اس کی رضاء کی خاطر ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر سے روزوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ابتداء میں فدیہ دینے کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی ترغیب دے کر بتدریج ان کو روزہ کا عادی بنایا اور جب وہ عادی ہوگئے تو پھر اسی سورۃ کی اگلی آیت نازل فرما کر روزہ کو مالداروں پر بھی فرض کر دیا گیا ہے اور فدیہ دینے کے حکم عامہ کو منسوخ کر دیا گیا۔

روزے فرض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے روزے کا مقصد بھی بتایا تاکہ روزہ رکھنے والے اس مقصد کو سامنے رکھ کر روزوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ روزہ کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ روزے میں چند حلال چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں مثلاً روزے میں نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے۔ روزہ رکھنے والا سوچے کہ آخر وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، کیوں حلال و طیّب چیزیں وہ استعمال نہیں کرسکتا؟ سوچتے سوچتے آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ سب کچھ اس لئے کررہا ہے کہ اس کے خالق و مالک کا حکم ہے۔ اس نے حلال چیزیں اس لئے چھوڑ رکھی ہیں کہ اس کا خالق و مالک اس سے خوش ہوجائے، گویا روزے میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ایک جذبہ پیدا ہورہا ہے، دل میں تقویٰ کی نشوونما ہورہی ہے، دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہورہا ہے۔ ایسا دل بھلا کب گوارا کرے گا کہ روزہ کا معاملہ ہو یا کسی اور حکم کا معاملہ، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے، گویا روزے میں حلال چیزوں کے چھوڑنے کی یہ تربیت اور اس کے نتیجہ میں تقویٰ کا دل میں جاگزیں ہونا اس بات کا متقاضی ہوگا کہ وہ تمام حرام چیزوں کو چھوڑ دے۔ اس کا ضمیر خود اس کو ملامت کرے گا کہ جس مالک کی رضاء کی خاطر اس نے حلال چیزیں چھوڑ دی ہیں، اس کی رضاء کی

خاطر وہ حرام چیزیں کیوں نہیں چھوڑ سکتا؟ مزید برآں روزہ صرف کھانا، پینا چھوڑنے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ جو چیزیں حرام ہیں وہ روزہ میں بدرجہ اولیٰ حرام ہوجاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کے بعد ہی روزہ درحقیقت روزہ ہوتا ہے۔ جو شخص روزہ میں صرف کھانا، پینا چھوڑتا ہے اور حرام چیزوں کو نہیں چھوڑتا، وہ حقیقی روزے سے محروم رہتا ہے، اس کو روزے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

(۱) جو شخص غلط گوئی اور غلط کاری نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا اور پینا چھوڑ دینے کی کوئی حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام)

(۲) روزہ ڈھال ہے (برائیوں سے بچاتا ہے) لہٰذا اگر کسی کا روزہ ہو تو اسے نہ تو بے حیائی کی بات کرنی چاہئے نہ چیخنا چلانا چاہئے اور نہ جہالت کی کوئی بات کرنی چاہئے اور اگر کوئی شخص اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو وہ (نہ تو برا بھلا کہے اور نہ لڑے بلکہ) یہ کہہ دے، "میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں نہ کوئی خلافِ شرع بات کہنی چاہئے، نہ خلاف شرع کوئی کام کرنا چاہئے، نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہئے جو روزے دار کے وقار کے خلاف ہو۔ اگر کوئی شخص روزے میں ایسا کرتا ہے تو روزہ کا مقصد ختم ہوجاتا ہے، گویا روزہ چند حلال چیزوں کے چھوڑنے کا ہی نام نہیں بلکہ تمام حرام چیزوں کا چھوڑنا بھی روزے کی شرائط میں داخل ہے۔

الغرض، روزے کی حالت میں تمام حرام چیزوں سے اجتناب اور چند حلال چیزوں سے پرہیز ایسا سالانہ تربیتی نظام ہے کہ روزوں کے ختم ہوجانے کے بعد بھی وہ تقویٰ جو کسی روزہ دار میں روزوں کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے، اسے تمام برے کاموں سے روکتا ہے۔ اگر روزے سے تقویٰ پیدا نہ ہو اور روزے کے بعد بھی برے کام ہوتے رہیں تو روزہ بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔ روزوں کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ رکھنا فدیہ دینے سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ روزہ ایک بہت بڑی نیکی ہے، ایک بہت بڑی قربانی ہے، ایک بہت بڑی تربیت ہے اور جس شخص کو روزے کی یہ اہمیت معلوم ہوجائے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ روزہ کو چھوڑ دے؟

<u>متقین کی صفات</u>:- متقین میں بہت سی صفات ہوتی ہیں جن کا ذکر اللہ نے مختلف

مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ مثلاً (۱) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا، هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس قوم کے ساتھ) انصاف نہ کرو، انصاف ہی کرو، یہی تقویٰ کے قریب ہے۔(المائدہ ۔۸)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

بے شک جو لوگ تقویٰ شعار ہوتے ہیں (ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) جب ان کے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً ہوشیار ہوجاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (الاعراف ۔ ۲۰۱)

(۳) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

اگر تم صبر و استقامت اختیار کرو اور تقویٰ سے کام لو تو یہ بڑی ہمت و عزیمت کے کام ہیں۔(آل عمران ۔ ۱۸۶)

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ اختیار کرو) اور سچوں کے ساتھ رہو۔(التوبہ ۔ ۱۱۹)

(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچی اور مستحکم بات کہو۔(الاحزاب ۔ ۷۰)

(۶) وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

جو شخص سچی بات لائے اور سچی بات کی تصدیق کرے تو ایسے ہی لوگ متقی ہوتے ہیں۔(الزمر۔ ۳۳)

(۷) وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ مال دینا چاہئے، متقیوں پر یہ حق ہے۔(البقرہ ۔ ۲۴۱)

(۸) بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔(آل عمران ۔ ۷۶)

(۹) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا

قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ٥ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ٥

بے شک متقی باغوں اور چشموں میں زندگی گزاریں گے، جو کچھ ان کا ربّ انہیں دے گا وہ اسے لیتے رہیں گے۔ بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکیاں کیا کرتے تھے، رات کو کم سوتے تھے اور اوقات سحر میں مغفرت مانگا کرتے تھے۔ ان کے اموال میں سائل اور نادار کا حق ہوتا تھا۔(الذّٰریٰت ۔ ۱۵ تا ۱۹)

المختصر، مندرجہ بالا آیات اور دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ متّقین یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں مندرجہ ذیل صفات ہوتی ہیں :-

(۱) غیب پر ایمان لانا یعنی بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لانا۔

(۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا یعنی زکوہ اور دوسرے واجبات ادا کرنا۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کرنا، جو قرضہ ادا نہ کرسکتے ہوں ان کا قرضہ ادا کرا دینا۔

(۴) اس کتاب پر ایمان لانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۵) ان کتابوں پر ایمان لانا جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔

(۶) قیامت پر ایمان لانا۔

(۷) انصاف کرنا۔

(۸) اگر شیطان کی طرف سے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو فوراً ہوشیار ہوجانا۔

(۹) سچّوں کے ساتھ رہنا، سچّوں کا ساتھ دینا۔

(۱۰) سچّائی کی بات کہنا۔

(۱۱) حقّ کی تصدیق کرنا۔

(۱۲) مطلقات کو ان کا حقّ ادا کرنا۔ اُن کو جو مال دے دیا ہے وہ واپس نہ لینا۔

(۱۳) عہد کو پورا کرنا۔

(۱۴) نیکیاں کرنا۔

(۱۵) رات کو کم سونا (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا)۔

(۱۶) صبح کے وقت استغفار کرنا۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لانا۔
(۱۸) سختی، تنگی اور جنگ کے موقع پر صبرو استقامت اختیار کرنا۔
(۱۹) تنگدستی اور خوشحالی، غرض یہ کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا۔
(۲۰) غصّہ کو پی جانا۔
(۲۱) لوگوں کے قصور کو معاف کر دینا۔
(۲۲) گناہ ہوجانے کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر ہونا اور توبہ کرنا۔
(۲۳) جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرنا یعنی دوبارہ گناہ نہ کرنا۔

متّقیوں کی یہ صفات ہیں جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر کسی میں یہ صفات پیدا نہیں ہوئیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ ابھی متقی نہیں ہوا اور جس شخص میں ان صفات میں سے بعض صفاف پیدا نہیں ہوئیں تو گویا اس کے دل میں ابھی کامل تقویٰ پیدا نہیں ہوا۔ متقی بننے کے لئے ہر مسلم کو ان صفات سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔ ہر مسلم کو سعی بلیغ کرنی چاہیئے کہ یہ صفات اس میں پیدا ہوجائیں ؛تاکہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔

<u>روزے کی فضلیت</u>:۔ روزے کی فضلیت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزوں کے،اس لئے کہ وہ یقیناً میرے لئے ہوتے ہیں (اس میں میری رضاء کے علاوہ کسی قسم کی ریاء کاری نہیں ہوتی) لہٰذا میں ہی (خاص طور پر) روزوں کی جزاء دوں گا (صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲) قسم اس کی جس کی ہاتھ میں محمد کی جان ہے،روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک اس وقت کہ جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت کہ جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزوں کی وجہ سے خوش ہوگا۔(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)،

(۳) جنّت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دن روزے دار داخل ہوں گے۔ ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ کہا جائے

گاکہ روزے دار کہاں ہیں؟ (یہ سن کر) روزہ دار کھڑے ہوجائیں گے (اور وہ اس دروازے سے جنّت میں داخل ہوجائیں گے)،کوئی دوسرا اس دروازے سے داخل نہ ہوسکے گا ، پھر جب وہ سب داخل ہوجائیں گے،دروازہ بند کر دیا جائے گا کہ اس دروازے سے کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۴) جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(صحیح بخاری کتاب الصیام)

روزہ ایمانی جذبہ کے ساتھ رکھا جائے،نیکی سمجھ کر رکھا جائے۔ نیکی میں خلوص ہوگا تو ایسے روزے سے تقویٰ پیدا ہوگا ، گناہ چھوٹتے چلے جائیں گے۔ توبہ کا جذبہ پیدا ہوگا تو ایسی حالت میں کیوں نہ اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگی؟

(۵) کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے راستہ میں (یعنی اللہ کی رضا جوئی کے لئے) ایک دن روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ اس دن (کے روزہ) کی برکت سے اس کے چہرے کو دوزخ سے ستّر سال (کی مسافت کے فاصلہ کے برابر) دور کر دیتا ہے (صحیح مسلم)

اے لوگو ! فرض روزے ضرور رکھیئے، ان کو ہرگز نہ چھوڑیئے ، روزہ رکھنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کے بہت فضائل ہیں، لہٰذا کوشش کیجئے کہ آپ ان فضائل سے محروم نہ رہ جائیں۔

روزہ کو تقویٰ پیدا کرنے کے لئے رکھئے ، روزہ کو تمام بیہودہ مشاغل اور بیہودہ باتوں سے پاک رکھیئے ۔ حقیقی روزہ وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ کی جائے ، تمام حرام کاموں سے بچا جائے۔

رمضان : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ، وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ، يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرۃ ـ ۱۸۵)

(جن چند ایّام کے روزے فرض کئے گئے ہیں وہ ماہ رمضان کے ایّام ہیں) رمضان ہی کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، (وہ قرآن) جس میں (تمام) لوگوں کے لئے رہنمائی ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے واضح دلائل ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے اس مہینہ کے روزے رکھنے

چاہئیں اور جو مریض ہو یا مسافر ہو تو دوسرے ایّام میں (روزے رکھ کر ماہ رمضان کی) گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔ الغرض، تم کو روزوں کی گنتی پوری کرلینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے اس پر تمہیں اللہ کی بڑائی بیان کرنی چاہئے تاکہ (اس طرح) تم (اللہ کا) شکر ادا کرسکو۔(البقرہ ـ ۱۸۵)

تفسیر: گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم پر چند دن کے روزے فرض ہیں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دن کونسے ہیں اور کتنے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ایّام کی نشان دہی فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ چند ایّام ماہِ رمضان کے ایّام ہیں۔

آیت زیرِ تفسیر گزشتہ آیت کے کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوئی، ظاہر ہے کہ درمیانی وقفہ میں بھی "ایّام معدودات" کا علم لوگوں کو کرایا گیا ہوگا اور وہ اس علم کے مطابق روزے رکھتے ہوں گے۔ اب یہ سوال ہے کہ اس درمیانی مدّت میں یہ علم لوگوں کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وحی خفی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا اور آپ نے حدیث کے ذریعہ ان ایّام کی وضاحت کر دی۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ رمضان کے مہینے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ رمضان کے مہینہ کے اور بھی بہت سے فضائل ہیں جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں (صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام۔ صحیح مسلم میں خطِ کشیدہ عبارت نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ زائد ہیں، "رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں")۔

شبِ قدر: قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا اور قرآن مجید ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید رات کو نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝

ہم نے اس کو شب قدر میں نازل فرمایا۔(القدر ـ ۱)

(۲) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ـ

ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا۔(حٰمٓ الدخان ۔ ۳)

آیت زیرِ تفسیر اور مندرجہ بالا دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید رمضان کی کسی رات کو نازل کیا گیا، اس رات کو شبِ قدر بھی کہتے ہیں اور شبِ مبارک بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،"شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو"۔(صحیح بخاری و روی مسلم نحوہ کتاب الصیام)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ شبِ قدر رمضان کی کس تاریخ کو ہوتی ہے۔ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔

الغرض، قرآن مجید رمضان کے مہینہ کی اس رات کو نازل ہونا شروع ہوا جس رات کو لیلۃ القدر یا لیلۃ مبارکہ کہتے ہیں، پھر یہ مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔

قرآن : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(١) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○

کافر کہتے ہیں کہ ان پر پورا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہ نازل کیا گیا؟ (اے رسول! ہم نے اس کو) اسی طرح (جس طرح یہ نازل ہوتے دیکھ رہے ہیں، نازل کیا ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو ثابت رکھیں اور (واقعی) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر ہی آپ کو وحی کیا ہے (نہ کہ اکٹھا)(الفرقان ۔ ۳۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صفاتِ عالیہ کا تذکرہ فرمایا کہ یہ تمام لوگوں کو صحیح راستہ بتاتا ہے، صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے۔ اب جو چاہے صراط مستقیم پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور جو چاہے صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہ ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دوسری صفت یہ بتائی کہ اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل ہیں۔ جو شخص بھی انہیں صدق دل سے بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے پڑھے گا اس پر ضرور سیدھا راستہ واضح ہوجائے گا اور پھر وہ سیدھے راستہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا۔

(٢) فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۔

تمہارے ربّ کی طرف سے کھلی دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے(الانعام ۔ ۱۵۷)

③ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

یہ (قرآن) تمہارے ربّ کی طرف سے بصیرت ہے، ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔(الاعراف ۔ ۲۰۳)

④ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

اے لوگو! تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آگئی ہے اور وہ چیز آگئی ہے جو دلوں کی بیماریوں سے شفاء دینے والی ہے اور (تم سب کے لئے) ہدایت اور مومنین کے لئے (سراسر) رحمت ہے۔(یونس ۔ ۵۷)

قرآن مجید کی تیسری صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ وہ فرقان ہے۔

⑤ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ○ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۔

پہلے اللہ نے توریت اور انجیل نازل کی تھیں جن میں تمام لوگوں کے لئے رہنمائی تھی اور (اب اسی اللہ نے) فرقان نازل کیا۔ (آل عمران ۔ ۳ ۔ ۴)

⑥ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ بندہ تمام اقوام عالم کے لئے نذیر بن جائے۔(الفرقان ۔ ۱)

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جو حق و باطل اور اہل حق اور اہل باطل میں خطِ امتیاز کھینچ دے۔

⑦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ۔

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو اللہ تمہارے لئے وہ چیز پیدا کردے گا جو تم میں اور اہل باطل میں خطِ امتیاز کھینچ دے گا(الانفال ۔ ۲۹)

⑧ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اے ایمان والو! خبردار ہوجاؤ، جو مال غنیمت تم کو ملے اس میں سے پانچواں حصہ

اللہ کے لئے ہے، رسول کے لئے ہے اور اقرباء، یتامٰی، مساکین اور مسافر کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر، اہل حق و اہل باطل میں تمیز پیدا کرنے والے دن نازل کی یعنی اس دن نازل کی جس دن (بدر کے میدان میں) دو لشکروں کی مڈھ بھیڑ ہوئی تھی اور (یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(الانفال ۔ ۴۱)

جس طرح جنگ بدر نے اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز پیدا کر دیا اسی طرح قرآن مجید بھی اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ جو شخص قرآن مجید پر ایمان لاکر اس پر عمل کرتا ہے وہ اہل حق ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے، وہ اہل باطل۔

رؤیتِ ہلال: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ پائے، وہ رمضان کے پورے مہینہ کے روزے رکھے۔ اس آیت میں گویا ”ایام معدودات“ کی تشریح ہے، یعنی گنتی کے چند دن سے مراد رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ دن ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ”مہینہ اس طرح ہوتا ہے،(آپ نے دو دفعہ دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں کو کھول دیا) اور تیسری مرتبہ ایک انگوٹھے کو بند کر لیا (پھر آپ نے تینوں مرتبہ اپنی تمام انگلیوں کو کھول دیا) یعنی آپ نے ایک مرتبہ ۲۹ (کا عدد بنایا) اور ایک مرتبہ ۳۰ کا“۔(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اسی طرح رمضان کا مہینہ بھی کبھی ۲۹ دن کا ہوگا اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی۔ اگر چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن ۳۰ شعبان ہوگی۔ اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر آئے تو اگلے دن عید ہوگی ورنہ اگلے دن رمضان کی ۳۰ تاریخ ہوگی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،”جب تک ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے (اگلے دن) روزہ نہ رکھو اور نہ عید کرو جب تک چاند کو دیکھ نہ لو۔ اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو اس صورت میں ۳۰ دن کی گنتی پوری (کرکے روزہ رکھو یا عید کرو“۔(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

چاند کا فیصلہ چاند کے بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ جس رات کو دکھائی دے اسے اسی رات کا مانے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، "بے شک اللہ نے چاند کی رویت میں تاخیر کر دی (یعنی نظر نہ آنے دیا) لہٰذا وہ اسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اسے دیکھا"(صحیح مسلم کتاب الصیام)

اگر ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو روزہ نہ رکھو۔

(۴) حضرت عمارؓ فرماتے ہیں، "جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے)"(رواہ الترمذی و صححہ فی کتاب الصیام و ابو داؤد فی کتاب الصیام و النسائی فی کتاب الصیام)

اسی طرح رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے البتہ وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو اس دن ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہو۔ مثلاً جو شخص پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے تو اگر ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو پیر یا جمعرات کا دن آجائے تو وہ شخص اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو اس دن روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے"(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

چاند کی رؤیت اسی مقام کے لئے معتبر ہوگی جہاں وہ دکھائی دے یا ایسے علاقوں کے لئے جو بہت زیادہ دور نہ ہوں۔ بہت زیادہ فاصلہ پر اگر چاند کی رویت ہو تو اسے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۶)" ایک قافلہ کے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور گواہی دی کہ بے شک انہوں نے (عید کا) چاند کل شام کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمام لوگوں کو) حکم دیا کہ افطار کریں اور جب صبح ہو تو صبح کے وقت عیدگاہ جائیں"۔(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ و روی النسائی نحوہ فی کتاب صلوٰۃ العیدین و سندہ صحیح)

مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بہت دور کی رویت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(۷) حضرت کریب ایک مرتبہ شام گئے جب وہ واپس مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے پوچھا، "تم نے چاند کب دیکھا تھا؟" انہوں نے کہا کہ "ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔" حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا، "کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟" انہوں نے کہا، "ہاں! (میں نے بھی دیکھا تھا) اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، تمام لوگوں نے روزہ رکھا اور (خلیفۂ وقت) امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا تھا۔"

حضرت ابن عباسؓ نے کہا، "لیکن ہم نے ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا لہٰذا ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے جب تک ۳۰ دن پورے نہ کر لیں یا ہم (۲۹ کو) چاند نہ دیکھ لیں۔" حضرت کریب نے کہا، "کیا آپ کے لئے معاویہؓ کی رویت اور ان کا روزہ رکھنا کفایت نہیں کرتا؟" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، "نہیں! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔" (صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۸) رویت کا فیصلہ کم از کم دو عادل آدمیوں کی گواہی سے ہوگا۔ حضرت حارثؓ فرماتے ہیں، "ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ چاند دیکھ کر عبادت کریں یعنی روزہ وغیرہ رکھیں۔ اگر ہم خود نہ دیکھیں تو دو عادل گواہوں کی گواہی پر عبادت (یعنی روزہ، حج وغیرہ ادا) کریں۔" (ابو داؤد کتاب الصوم و سندہ صحیح نیل الاوطار)

الغرض، مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے یعنی رمضان کی پہلی تاریخ سے رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ تک۔ تاریخوں کا تعین ۲۹ تاریخ کو مقامی یا قرب و جوار کی یقینی رویت سے کرے یا مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے۔ یقینی رویت کے لئے کم از کم دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ رمضان کے روزوں میں پیشوائی کے روزے یا شک کے روزے کی ملاوٹ نہ کرے۔

<u>رعایت منسوخ ہوگی</u> : گزشتہ آیت میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے ایک رعایت رکھی تھی کہ جو شخص باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دیدے۔ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اس رعایت کو منسوخ کر دیا۔ اب اللہ تعالٰی نے حکم دیا کہ جو شخص رمضان کے مہینہ کو پائے وہ اس مہینہ کے روزے ضرور رکھے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں، "جب یہؔ آیت نازل ہوئی تو جو شخص روزہ رکھنا نہ چاہتا فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی تو اس نے اس (رعایت والی) آیت کو منسوخ کر دیا۔" (صحیح بخاری کتاب التفسیر و صحیح مسلم کتاب الصوم)

لہ روزہ کے بدلے فدیہ دینے والی آیت ۱۸۴ البقرۃ۔

نوٹ: حضرت سلمہؓ نے جو کچھ بیان کیا یہ ان کی رائے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایک واقعہ کی تحدیث ہے۔

دین آسان ہے: روزہ کو ہر شخص پر فرض کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو جو رعایت پہلے دی تھی اس کو برقرار رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیمار اور مسافر کے جتنے روزے رہ جائیں ان کو وہ بعد میں رکھ لیں۔ یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ روزے رکھنے میں کسی کو دقت نہ ہو اور تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۔

اللہ نے تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی (یا سختی) نہیں رکھی (الحج ۔ ۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" بے شک دین آسان ہے"۔(صحیح بخاری کتاب الایمان)

دین اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور کسی پر ایسی تکلیف نہیں ڈالی گئی جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اسی خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو آسانی دی کہ وہ بعد میں روزے رکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم کو آسانیاں دے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ روزوں کی گنتی پوری کرو۔ جو لوگ تندرست ہوں وہ رمضان میں گنتی پوری کریں اور جو لوگ مریض یا مسافر ہوں وہ بعد میں پوری کریں۔

عید کی نماز: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے، تکمیل صیام کے بعد اس کا شکر ادا کرو اور اللہ کی بڑائی و بزرگی، عظمت و کبریائی بیان کرو۔

ہدایت کا سرچشمہ قرآن مجید ہے اور قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا لہٰذا اس ہدایت کے نزول کا شکریہ رمضان کے متصل ہونا ہی زیادہ مناسب تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تکمیلِ صیام کے بعد ہی بطور شکرانہ اپنی بڑائی اور کبریائی کے بیان کرنے کا وقت مقرر فرما دیا۔ نمازِ عیدالفطر میں جو بڑائی اور کبریائی بیان کی جاتی ہے وہ ہادیٔ حقیقی کے اسی حکم کی تعمیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "عید الفطر کی نماز میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جائیں اور ہر دو رکعتوں میں قرأت ان تکبیروں کے بعد کی جائے۔" (ابوداود کتاب الصلوٰۃ و سندہ صحیح)

عیدگاہ میں خواتین کی حاضری؟: عید کے دن تکبیریں کہنا اتنا ضروری ہے کہ وہ عورتیں جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں انہیں بھی عیدگاہ میں حاضر ہو کر تکبیریں کہنی چاہئیں۔

(۱) حضرت اُمِّ عطیہؓ فرماتی ہیں، "ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدہ گاہ جائیں اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں اور پردہ نشین عورتوں کو اور کنواری لڑکیوں کو بھی جو گھر کے اندر پردہ میں رہتی تھیں عیدگاہ لے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ عورتیں جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں جماعت المسلمین کے ساتھ عیدہ گاہ میں حاضر ہوں اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوں البتہ نماز کی جگہ سے علیٰحدہ بیٹھ جائیں۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین و روی مسلم فی صحیحہ نحوہ فی کتاب صلوٰۃ)

(۲) حضرت اُمِّ عطیہؓ فرماتی ہیں، "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے خدر (یعنی پردہ کے مقام) سے نکال کر (عیدہ گاہ) لے جائیں۔ ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عید گاہ لے جائیں جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں ۔ یہ عورتیں لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعائیں مانگیں اور عید کے دن کی خیر و برکت اور اس کی طہارت و مغفرت کی امیدوار رہیں۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منی جزء ۲ ص ۲۵ و روی مسلم نحوہ فی کتاب صلوٰۃ العیدین جزء اول ص ۳۵۱)

نوٹ: گھر کے کونے میں کنواری لڑکیوں کے لئے جو پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسے خدر کہتے ہیں۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی دو رکعت نماز پڑھی، نہ اس سے پہلے نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپ نے خطبہ دیا، پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ بلالؓ تھے۔ آپ نے

عورتوں کو نصیحت کی اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔"(صحیح بخاری العیدین جزء ۲ ص ۲۳ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ۳۵۲)

(۴) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا، پھر جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو عورتوں کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کی۔"(صحیح بخاری کتاب العیدین جزء ۲ ص ۲۷ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص ۳۵۰)

(۵) حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں، "نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے۔ آپ فرماتے تھے،صدقہ دو، صدقہ دو، صدقہ دو تو صدقہ دینے والوں میں عورتیں زیادہ ہوتیں تھیں۔"(صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص ۳۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید گاہ جانے کا حکم دیا لہٰذا عورتوں پر عید گاہ جانا فرض ہوا لیکن مذاہبِ خمسہ میں سے کسی میں بھی عورتوں پر عید گاہ جانا فرض نہیں۔ اہلحدیث اور شوافع کے نزدیک صرف مستحب ہے یعنی چلی جائیں تو اچھا ہے۔ حنابلہ کے نزدیک مستحب بھی نہیں،جائز ہے۔ احناف اور موالک کے نزدیک مکروہ ہے۔ افسوس!جس کام کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ کام مکروہ ہے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔(تفصیل اور حوالوں کے لئے ہماری کتاب"اسلام کی مسخ شدہ شکلیں"دیکھے۔)

احکام رمضان: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○

روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کیا جاتا ہے۔ وہ تمہارے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہیں اور تم ان کے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے تھے

لہٰذا اللہ تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تم کو معاف کر دیا، (اور یہی نہیں بلکہ اس نے مزید آسانی عطاء فرمائی)۔ اب تم ان کے پاس جاسکتے ہو اور جو کچھ (اولاد) اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اسے تلاش کرسکتے ہو۔ مزید برآں اب تم اس وقت تک کھا سکتے ہو اور پی سکتے ہو جب تک صبح کے وقت سفید تاگا، سیاہ تاگے سے ممتاز نظر نہ آئے، پھر (جب سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز ظاہر ہوجائے تو) روزوں کو رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرو تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، یہ اللہ کی حدود ہیں، ان کے قریب بھی نہ جانا۔ (اور اے رسول!) اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے تاکہ یہ لوگ متقی بن جائیں۔(البقرہ۔ ۱۸۷)

شانِ نزول: (۱) حضرت براءؓ کہتے ہیں، "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور افطار کا وقت آتا تو اگر افطار کرنے سے پہلے وہ سوجاتا تو پھر وہ نہ اس رات کو کھا سکتا تھا اور نہ اس کے بعد دن کو کھا سکتا تھا۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ) قیس بن صرمہؓ انصاری نے روزہ رکھا، پھر جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، "کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" بیوی نے کہا، "نہیں، لیکن میں ابھی جاتی ہوں اور تمہارے لئے (کہیں سے) کچھ لے کر آتی ہوں۔" بیوی چلی گئیں، حضرت قیسؓ دن بھر کام کرتے رہے تھے لہٰذا نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے، جب ان کی بیوی واپس آئیں تو انہیں دیکھ کر کہنے لگیں، "تمہاری خرابی۔" (الغرض، انہوں نے کچھ کھائے بغیر پھر روزہ رکھ لیا) جب اگلا دن آدھا گزر گیا تو حضرت قیسؓ بے ہوش ہوگئے۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے لوگ بہت خوش ہوئے۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام)

(۲) حضرت براءؓ فرماتے ہیں، "جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ پورے رمضان (اپنی) بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن اس سلسلے میں بعض (لوگوں سے کوتاہی ہوگئی اور وہ) اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے تو اللہ (تعالیٰ) نے یہ آیت نازل فرمائی۔"(صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرہ)

الغرض، اس آیت کے نزول کے دو سبب ہیں۔

۱۔ ایک حضرت قیسؓ کا واقعہ، دوسرے بعض لوگوں کا رمضان کی راتوں میں اپنی

بیویوں کے پاس چلے جانا۔

حدیث بھی کتاب اللہ ہے : روزوں کی راتوں میں اب تک یہ پابندی تھی کہ روزے دار نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جاسکتے تھے اور نہ کھا پی سکتے تھے، صرف افطار کے وقت کھاسکتے تھے اور پی سکتے تھے اور اگر افطار سے پہلے سو جاتے تو پھر پوری رات اور دوسرے دن روزہ رکھنا پڑتا تھا۔ روزوں میں یہ پابندیاں قرآن مجید کی کسی آیت سے عائد نہیں کی گئی تھیں، بلکہ وحی خفی یعنی حدیث کے ذریعہ عائد کی گئی تھیں۔ قرآن مجید میں صرف ان پابندیوں کے تخفیف کرنے کا ذکر ملتا ہے، پابندیاں عائد کرنے کا ذکر نہیں ملتا لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث بھی کتاب اللہ ہے اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔

الغرض، اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے ان پابندیوں میں تخفیف فرما دی۔ اب روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا اور کھانا پینا حلال کر دیا گیا اور سوجانے کے بعد کھانے پینے پر جو پابندی تھی اسے منسوخ کر دیا گیا۔

ایک لطیف کنایہ : روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو یعنی جس طرح لباس سردی و گرمی، گرد و غبار سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح میاں، بیوی غلط کاری سے ایک دوسرے کی حفاظات کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "اے نوجوانوں کی جماعت!(تم میں سے) جس شخص کو نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے چاہئے کہ نکاح کرے، اس لئے کہ نکاح کرنا نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔" (صحیح بخاری کتاب النکاح جزء ۷ ص ۳ و صحیح مسلم کتاب النکاح جزء اول ص ۵۸۳)

آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ میاں اور بیوی برے کام سے ایک دوسرے کی حفاظت کا سبب ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات ایک فطری تقاضے کو پورا کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس فطری تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پابندی میں تخفیف فرمادی جو پابندی کہ روزے کی حالت میں پہلے فرض کی گئی تھی۔ تخفیف کرنے کا سبب یہ ہوا کہ بعض لوگ اس پابندی کو نباہ نہ سکے، وہ اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے یعنی ان سے روزے کی راتوں میں غلطی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے غلطی کو معاف کر دیا اور آئندہ کے

لئے روزے کی راتوں میں بیوی کے پاس جانا حلال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،اب تم اپنی بیویوں سے میل جول رکھ سکتے ہو اور جو اولاد اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دی ہے اسے تلاش کر سکتے ہو۔ بیویوں سے صحبت کرنے کے سلسلہ میں یہ ایک بڑا لطیف کنایہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کا ذکر فرمایا کہ اب تم روزوں کی راتوں میں کھا بھی سکتے ہو اور پی بھی سکتے ہو۔

روزے کی حالت میں تین حلال کام حرام ہوجاتے ہیں۔ (۱) بیوی سے صحبت کرنا۔ (۲) کھانا اور (۳) پینا۔

سفید تاگا اور سیاہ تاگا : روزوں کی راتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کاموں کی اجازت دی تو اب اس نے ان تینوں کاموں کے اور روزے کے حدود بھی مقرر فرما دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تینوں کاموں کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک صبح کے وقت سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز نہ پیدا ہوجائے۔ سیاہ تاگے سے مراد صبح کاذب ہے اور سفید تاگے سے مراد صبح صادق ہے یعنی سیاہ اور سفید تاگوں سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی مراد ہے۔

(۱) حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں،"جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابتداء میں اس کے ساتھ "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے،(بعض لوگ اس کا مطلب نہیں سمجھتے تھے لہٰذا) جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنے پیروں میں ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا باندھ لیتا اور وہ اس وقت تک کھاتا،(پیتا) رہتا جب تک ان دونوں کی اصلی حالت رونماء نہیں ہوتی (یعنی جب تک دونوں میں امتیاز پیدا نہ ہوتا) اللہ تعالیٰ نے (اس غلطی کو دور کرنے کے لئے) بعد میں "من الفجر" کے الفاظ نازل فرما دیئے تو لوگ سمجھ گئے کہ سفید اور سیاہ تاگوں سے رات کا دن سے ممتاز ہونا مراد ہے۔"(صحیح بخاری کتاب التفسیر و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲) حضرت عدی بن حاتمؓ جب اسلام لائے تو باوجود "من الفجر" کے الفاظ کے سفید اور سیاہ تاگے کا اصل مطلب نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا لیا (اور ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا)،جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو وہ انہیں دیکھتے رہے لیکن وہ ان دونوں میں امتیاز نہ کرسکے۔ جب صبح ہوئی تو (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور) عرض کیا،"اے اللہ کے رسول!

خیط الابیض من الخیط الاسود سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو تاگے مراد ہیں؟ میں نے اپنے تکیئے کے نیچے دو تاگے رکھ لئے تھے (لیکن صبح تک کوئی امتیاز نہ ہوسکا)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر تم نے (اپنے تکیئے کے نیچے) ان دونوں تاگوں کو دیکھا اور سفید اور سیاہ تاگے تمہارے تکیئے کے نیچے آگئے تو پھر تو تمہارا تکیہ بھی بڑا عریض ہے اور تمہاری گدّی بھی بڑی عریض ہے" پھر آپ نے فرمایا"(یہ مراد نہیں) بلکہ اس سے تو رات کی سیاہی اور دن کی روشنی مراد ہے (یعنی جب رات کی سیاہی اور دن کی روشنی ممتاز ہوجائیں تو روزے کا وقت شروع ہوگیا اور کھانے، پینے وغیرہ کا وقت ختم ہوگیا)"(صحیح بخاری کتاب التفسیر و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "کوئی شخص ویسے ہی نہ کہہ دیا کرے کہ صبح ہوگئی، صبح ہوگئی (بلکہ صبح اس وقت ہوگی جب اس طرح ہو جائے پھر) آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا، ان کو اوپر کی طرف اٹھایا پھر ان کو نیچے کی طرف جھکایا یعنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا، پھر ان دونوں کو داہنی طرف اور بائیں طرف پھیلایا (یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ صبح اس وقت ہوگی جب روشنی اس طرح پھیل جائے)"۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا (پھر) آپ نے فرمایا"وہ پھیل جانے والی (روشنی) ہے، مستطیل (یعنی لمبی دھاری) نہیں ہے، تمہیں سفید روشنی دھوکے میں نہ ڈالے، (صبح صادق اس وقت تک نہیں ہوگی) جب تک وہ روشنی پھیل نہ جائے (یعنی) جب تک صبح بالکل ظاہر نہ ہوجائے"۔(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ و صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک صبح کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل نہ جائے اس وقت تک روزے کا وقت شروع نہیں ہوتا، روشنی کے پھیلنے سے پہلے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، روشنی پھیلتے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہئے۔

افطار کاوقت : اللہ تعالیٰ نے روزے کا ابتدائی وقت بیان کرنے کے بعد فرمایا پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،"جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے (یعنی مشرق کی طرف سے) آگئی تو روزے دار کے افطار کا وقت ہوگیا"۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ نے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا"۔(صحیح بخاری کتاب الصیام و رواہ مسلم کتاب الصیام)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،"جب رات آجائے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار کو چاہئے کہ افطار کرے۔"(صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ستو) پئے پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا،"جب سورج ادھر غائب ہوجائے اور رات ادھر سے آجائے تو روزہ دار کو افطار کرلینا چاہئے۔"(صحیح مسلم کتاب الصیام)

آیت زیرِ تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روزے کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح کے وقت دن کی روشنی پھیل جائے اور اس وقت ختم ہوتا ہے جب شام کے وقت مغرب میں سورج غائب ہوجائے اور مشرق سے رات کی تاریکی نمودار ہوجائے۔

اعتکاف : پھر اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایاکہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھ جاؤ تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، ان سے میل جول نہ رکھو، ان سے اختلاط نہ کرو، ان کے پاس نہ اٹھو،نہ بیٹھو۔

اعتکاف کیونکہ رمضان میں ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کیا۔

آیت سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسجد میں کرے اور حالتِ اعتکاف میں بیوی کے پاس نہ آئے جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو آپ مسجد میں ہی رہتے،البتہ (وقتِ ضرورت) اپنا سر (میرے حجرہ میں) داخل کرتے، میں آپ کے کنگھی کردیا کرتی تھی اور سر دھو دیا کرتی تھی حالانکہ میں اذیتِ ماہانہ میں ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں سوائے قضائے حاجت کے تشریف نہ لاتے تھے۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام)

حدود : پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا،یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں،ان کے قریب بھی نہ جانا، نہ صبح (صادق) ہونے کے بعد کھاتے پیتے رہنا، نہ غروب آفتاب سے پہلے افطار کرنا، نہ اعتکاف کی حالت میں بیویوں کے پاس آنا جانا۔ الغرض،احکام الٰہی کی پوری طرح تعمیل کرنا، کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنی آیات کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام میں

نہ کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ اس کے احکام میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے، بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں اور آسانی سے ان پر عمل ہوسکتا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر۱۸۳ سے روزوں کا بیان شروع ہوا تھا اور آیت نمبر۱۸۷ پر ختم ہوا۔ ابتدائی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے روزوں کا مقصد تقویٰ بتایا اور آخری آیت میں بھی تقویٰ بتایا۔ گویا روزوں کو تقویٰ کے سلسلے میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر روزے رکھنے کے بعد بھی کسی میں تقویٰ پیدا نہیں ہوتا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے روزے بے مقصد رہے۔

عمل: مندرجہ ذیل مسائل اوپر بیان کئے جاچکے ہیں:۔

(۱) رمضان کے روزے فرض ہیں۔

(۲) رمضان کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔

(۳) رمضان یا عید کے چاند کا فیصلہ مقامی یا کسی ایسے مقام کی رؤیت سے کرنا چاہئے جو بہت زیادہ دور نہ ہو۔ بہت بعید مقام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

(۴) اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن پہلی تاریخ مانے، اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے، پھر اگلے دن پہلی تاریخ مانے۔ پہلی تاریخ کا فیصلہ چاند کا بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ یقینی رؤیت سے کرے۔

(۵) رؤیت کا فیصلہ دو عادل گواہوں کی شہادت پر کرے۔

(۶) روزہ صبح صادق سے شروع کرے یعنی جب دن کی سفیدی پھیل جائے تو کھانا پینا بند کردے اور آفتاب کے غروب ہوتے ہی جبکہ مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے افطار کرے۔

(۷) صبح کاذب میں کھانا پینا بند کرنا ضروری نہیں یعنی روشنی کی سفید دھاری کے نکل آنے کے بعد بھی اگر چاہے تو کھاتا پیتا رہے۔

(۸) روزے میں تین حلال چیزیں حرام ہوجاتی ہیں یعنی (۱) کھانا (۲) پینا اور (۳) جماع کرنا۔ البتہ روزے دار کیلئے مغرب سے صبح صادق کے شروع ہونے تک یہ چیزیں حلال ہیں۔

(۹) روزہ میں تمام حرام کاموں سے پرہیز کرے، نہ بری بات کہے، نہ برا عمل کرے، نہ چیخے، نہ چلائے، نہ جہالت کی بات کرے، نہ کسی کو برا بھلا کہے، اور نہ

کسی سے لڑے۔ اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے برا بھلا کہے تو اسے چاہئے کہ اس طرح کہے، "میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں"۔

(۱۰) اگر ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو، ہرگز روزہ نہ رکھے۔

(۱۱) رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے رمضان کے استقبال کی نیّت سے نہ رکھے، البتہ اگر کوئی شخص ہمیشہ کسی خاص دن یا تاریخ کا روزہ رکھتا ہو اور وہ دن یا تاریخ ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو آجائے تو پھر روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۲) اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں بیمار ہو تو بیماری کی وجہ سے جتنے روزے رہ جائیں انہیں بعد میں رکھ لے

(۱۳) اگر کوئی شخص سفر میں ہو تو وہ اگر چاہے تو روزے چھوڑ دے، پھر سفر ختم ہوجانے کے بعد جتنے روزے چھوڑے ہوں، رمضان کے بعد ان کی گنتی پوری کرے۔

اب ہم روزوں کے بقیہ مسائل بیان کرتے ہیں :-

(۱۴) اگر سفر میں روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے، (ہم میں سے بعض روزے رکھتے تھے اور بعض افطار کرتے تھے)، نہ روزہ رکھنے والا افطار کرنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا اور نہ افطار کرنے والا روزہ رکھنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا"۔(صحیح بخاری کتاب الصیام جزء ۳ ص ۴۴ و صحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول ص ۴۵۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے"۔(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا بھی جائزہ ہے اور افطار کرنا بھی جائز ہے، البتہ افطار کرنے والے کو بعد میں رکھنے ہوں گے۔

(۱۵) سفر میں تکلیف اٹھا کر روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا جارہا ہے،آپ نے پوچھا، "یہ کیا معاملہ ہے"؟ لوگوں نے کہا،"یہ روزہ دار ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،"سفر میں روزہ رکھنا

نیکی نہیں۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۱۶) سفر میں اگر روزہ رکھ لیا ہو تو بعد میں کسی وقت بھی افطار کیا جاسکتا ہے،اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں مکہ کے لئے روانہ ہوئے ، آپ نے روزہ رکھا تھا لیکن جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے تو افطار کر لیا ، لوگوں نے بھی افطار کر لیا۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا ، پھر جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ روزہ لوگوں پر شاق گزر رہا ہے اور وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اسے اتنا بلند کیا کہ سب لوگوں نے دیکھ لیا ، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا۔(یہ دیکھ کر اکثر لوگوں نے روزہ کھول لیا لیکن چند لوگوں نے روزہ نہیں کھولا)،لوگوں نے آپ سے کہا کہ بعض لوگ اب بھی روزے سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،"یہ لوگ نافرمان ہیں ، یہ لوگ نافرمان ہیں۔"(صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) سفر میں روزہ عصر کے بعد بھی کھولا جاسکتا ہے اگرچہ بعض لوگوں نے تکلیف کی وجہ سے روزہ کھولا،لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تکلیف کے روزہ کھول دیا لہٰذا بغیر کسی تکلیف کے بھی سفر میں روزہ کھولنا جائز ہے۔

(۲) جب کسی کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا کر کریں تو وہ کام ضروری ہوتا ہے۔ اس کا تارک اگرچہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور نیکی ہی کر رہا ہو،گنہگار ہے ۔ سنّت کے خلاف کوئی نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترکِ سنّت گناہ ہے ، سنّت کا چھوڑنا جائز نہیں۔

(۱۷) صبح صادق سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر کچھ کھانا پینا چاہئے ، اسے سحری کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، "سحری کیا کرو ، اس لئے کہ سحری میں (بڑی) برکت ہے۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، "ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے

روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔"(صحیح مسلم کتاب الصیام)

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ سحری کرنا ضروری ہے، سحری نہ کرنے سے کفّار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

(۱۸) سحری بالکل آخری شب میں کرنی چاہئے۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں، "میں اپنے گھر میں سحری کرتا تھا، پھر مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر پالوں۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام)

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں، "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔" حضرت انسؓ نے پوچھا "اذان (یعنی اقامت) اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا؟" حضرت زیدؓ فرماتے ہیں، "پچاس آیتوں کے پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۱۹) اگر صبحِ صادق سے پہلے نمازِ فجر کی تیاری کے لئے بطور تنبیہہ اذان دی جائے تو اس اذان کو سُن کر کھانا پینا بند نہ کرنا چاہئے۔ کھانا پینا اس اذان کو سُن کر بند کرنا چاہئے جو صبح صادق شروع ہوتے ہی دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "بلال کی اذان تمہیں سحری کرنے سے ہرگز نہ روکے، وہ تو رات کو اذان دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والے کو لوٹا دیں اور سونے والے کو ہوشیار کردیں (یعنی ان کی اذان کا سحری سے کوئی تعلق نہیں)، تم کھاتے اور پیتے رہا کرو جب تک ابنِ اُمِّ مکتوم اذان دیں۔"(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲۰) اگر فجر کی اذان ہوجائے اور پیالہ ہاتھ میں ہو تو پیالے کے اندر جو کچھ ہے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جب تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں برتن ہو اور وہ اذان کی آواز سنے تو برتن کو نہ رکھے جب تک اس سے اپنی حاجت نہ پوری کرلے۔"(ابو داؤد کتاب الصّوم و سندہ صحیح)

(۲۱) فرض روزے کے متعلق بغیر عذرِ شرعی کے کسی کو اختیار نہیں کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے، اس لئے دن کے کسی حصّہ میں بھی اگر اپنا اختیار استعمال کیا اور روزہ رکھنے کی نیت نہیں کی تو دن کے اس حصّے کا روزہ بے نیت رہا حالانکہ نیّت بڑی ضروری چیز ہے۔ مزید برآں دن کے اس حصّہ میں اس نے اپنے آپ کو مختار سمجھا

حالانکہ دن کے اس حصّہ میں بھی اسے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار نہیں تھا۔ اسے چاہئے تھا کہ اپنے آپ کو روزہ رکھنے کے لئے مجبور پاتا اور صبح صادق ہی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا اور روزہ کی نیت کر لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ''اعمال کا دارو مدار نیتوں پر موقوف ہے۔'' (صحیح بخاری کتاب الوحی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ''جو شخص روزوں کی نیت فجر سے یعنی صبح صادق سے پہلے نہ کرے تو اس کے روزے نہیں ہوتے۔'' (ابو داؤد کتاب الصوم و رواہ الترمذی و النسائی اسنادہ صحیح التعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ)

الغرض، صبح صادق سے پہلے یعنی رات کے وقت ہی روزہ کی نیت کر لینا چاہئے۔

نوٹ: نیّت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ روزہ رکھنے کی کوئی دعاء صحیح سند سے ثابت نہیں۔

(۲۲) سورج غروب ہونے کے بعد بہت جلدی افطار کرے۔ افطار میں تاخیر نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ''لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (صحیح بخاری کتاب الصیام)

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ افطار میں دیر کرنا خیر سے محروم ہوتا ہے۔ حضرت مسروق نے حضرت عائشہؓ سے کہا، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو آدمی ہیں جو کسی نیکی کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے لیکن ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے مغرب کی نماز اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں''۔ حضرت عائشہ نے پوچھا، ''مغرب اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟'' حضرت مسروق نے کہا، ''عبداللہ''۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے (یعنی جلدی افطار کرتے تھے اور جلدی مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔'' (صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲۳) افطار کرتے وقت یہ دعاء پڑھے۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔

ترجمہ: پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے۔'' (ابو داؤد کتاب الصوم و سندہ صحیح مرعاۃ شرح مشکوٰۃ)

نوٹ: اس دعاء کے علاوہ افطار کرنے کی کوئی دعاء صحیح سند سے ثابت نہیں۔

(۲۴) روزہ کھجور سے افطار کرے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جب تم میں کوئی افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے اس لئے کہ کھجور میں برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے۔"(ترمذی کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم و ابو داؤد فی کتاب الصوم و سندہ صحیح مرعاۃ جلد ۳ ص ۲۲۵)

نوٹ: نمک سے افطار کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲۵) اگر غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے افطار کرلے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے ابر کے دن افطار کرلیا پھر سورج نکل آیا۔"(صحیح بخاری کتاب الصیام)

(۲۶) اگر روزے میں بھولے سے کھا، پی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جب کوئی روزہ دار بھولے سے کھا پی لے تو اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہئے اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔"(صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲۷) اگر بحالت جنابت صبح ہوجائے تو کوئی حرج نہیں،نہا کر روزہ رکھ لے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعض مرتبہ) ایسی حالت میں صبح ہوتی تھی کہ آپ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔"(صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام)

(۲۸) اگر اپنی خواہشات پر قابو رکھ سکتا ہو تو روزہ میں اپنی بیوی کے پاس اُٹھنے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں پیار کرتے اور بدن سے بدن ملا کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور آپ اپنی خواہشات پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔"(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲۹) اگر قصداً روزہ توڑ دے تو کفّارہ ادا کرے۔ کفارہ میں ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام آزاد نہ کرسکے تو دو مہینے کے متواتر روزے رکھے، اگر یہ بھی نہ کرسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، "ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا،"میں نے روزہ کی حالت میں جماع کرلیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تم ایک غلام آزاد کرسکتے ہو؟" اس نے کہا، نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا، نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ (کچھ دیر کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ان کو اپنی طرف سے کھلا دو۔" اس نے کہا، کیا اپنے سے زیادہ ضرورت مند لوگوں کو؟ (مدینہ کے) دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ ضرورتمند نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا، "اپنے اہل (و عیال) ہی کو کھلا دو۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نوٹ اسلام میں کسی قسم کی سختی نہیں۔ آسانی ہی آسانی ہے۔ یہ حدیث دین کے آسان ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع طعام دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران قربانی کرنے سے پہلے سر منڈانے کے فدیہ کے سلسلہ میں فرمایا تھا، "تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ (یعنی) ہر مسکین کو نصف صاع طعام دو۔" (صحیح بخاری کتاب التفسیر و صحیح مسلم کتاب الصیام)

نوٹ: طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عام طور پر کسی کے گھر میں کھایا جاتا ہے مثلاً گیہوں، چاول وغیرہ۔

(۳۰) عورت جب اذیتِ ماہانہ میں ہو تو روزے نہ رکھے، بعد میں گنتی پوری کرلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت جب اذیت ماہانہ میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے" (صحیح بخاری باب الحائض تترک الصوم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، "ہمیں اذیتِ ماہانہ ہوتی تھی تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔" (صحیح مسلم کتاب الحیض)

(۳۱) جو روزے بیماری، سفر یا اذیتِ ماہانہ وغیرہ کی وجہ سے رہ جائیں تو انہیں شعبان

اذیتِ ماہانہ ہی میں کیوں نہ ہو۔ اب ہم اعتکاف کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں۔

(۶) عورتیں بھی مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہیں۔ اعتکاف کرنے والا مرد یا عورت اس کے لئے مسجد میں کپڑے وغیرہ سے کوئی جگہ علیحدہ بنا دے۔ صبح کی نماز کے بعد وہ اس جگہ داخل ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں آپ کے لئے خیمہ لگوا دیا کرتی تھی۔ آپ اس میں صبح کی نماز کے بعد داخل ہوجایا کرتے تھے۔" ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر اپنا خیمہ لگایا۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام و روی مسلم نحوہ کتاب الاعتکاف)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ میرے لئے اجازت لے لو۔ انہوں نے اجازت لے لی۔ (صحیح بخاری جزء ۳ ص ٦۷)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔" (صحیح بخاری کتاب الصیام و صحیح مسلم کتاب الاعتکاف)

(۷) اعتکاف کرنے والے سے اس کی بیوی مسجد میں آکر مل سکتی ہے۔ اعتکاف کرنے والا اپنی بیوی کو چھوڑنے جاسکتا ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے آخری عشرہ میں، جب آپ اعتکاف میں تھے، ملنے آئیں اور کچھ دیر آپ سے باتیں کرتی رہیں، جب وہ واپس جانے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے۔" (صحیح بخاری کتاب الصیام)

(۸) اگر کوئی عورت مرضِ استحاضہ میں مبتلا ہو تو وہ بھی اعتکاف کرسکتی ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے نیچے طشت وغیرہ کچھ رکھ دینا چاہئے (تاکہ خون نہ بہے)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں .... ہم کبھی کبھی ان کے نیچے طشت رکھ دیا کرتے تھے (تاکہ خون اس میں جمع ہوجائے) اور وہ اس حالت میں نماز پڑھتی رہتی تھیں۔" (صحیح بخاری کتاب الصیام)

نوٹ: یہ خون اذیتِ ماہانہ کا نہیں تھا بلکہ ایک بیماری کا خون تھا۔

(۹) اگر کسی وجہ سے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف نہ کرسکے تو شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا، پھر آپ نے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔" (صحیح بخاری باب الاعتکاف)

(۱۰) اگر چاہے تو بیس دن بھی اعتکاف کرسکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پھر جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔" (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان)

عیدالفطر: عیدالفطر کے دن اس بات کے شکرانہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر گزر چکا ہے۔

(۱) نمازِ عید دو رکعت فرض ہے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہنی چاہئیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔

(۲) عورتوں کو حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں کو اور ان عورتوں کو جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں عیدگاہ جانا ضروری ہے۔

(۳) تمام مرد اور عورتیں نماز پڑھیں، البتہ جو عورتیں اذیتِ ماہانہ میں ہوں وہ نماز نہ پڑھیں بلکہ نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائیں، لیکن جماعت المسلمین کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور ان کی دعاء کے ساتھ دعاء مانگیں۔

(۴) تمام مردوں اور عورتوں کو دعاء کرنی چاہئے اور

(۵) عید کی خیرو برکت اور طہارت و مغفرت کی امید رکھنی چاہئے۔

اب ہم عید کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں۔

(۶) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے زکوٰۃ الفطر ادا کرے۔ یہ زکوٰۃ ہر چھوٹے بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام سب پر فرض ہے۔ اس کی مقدار ایک صاع طعام

ہے جو ہر آدمی کی طرف سے ادا کیا جائے۔ طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عموماً کسی گھر میں کھایا جاتا ہے مثلاً غلہ یا کھجور وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمین میں سے ہر آزاد و غلام، مرد اور عورت اور بڑے اور چھوٹے پر زکوٰۃ الفطر جس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو ہے، فرض کی ہے اور آپ نے حکم دیا ہے کہ یہ زکوٰۃ نمازِ عید کو جانے سے پہلے ادا کر دی جائے۔" (صحیح بخاری کتاب الذکوٰۃ باب فرض صدقۃ الفطر و صحیح مسلم کتاب الذکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر)

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں، "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (مبارک) میں ایک صاع طعام دیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ہمارا طعام جَو، کشمش، پنیر اور کھجور تھا۔" (صحیح بخاری کتاب الذکوٰۃ باب الصدقۃ قبل العید)

نوٹ: طعام کی جگہ درہم، دینار سے فطرہ ادا کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا روپیہ طعام کا نعم البدل نہیں۔

(۷) عید کے دن عمدہ کپڑے پہنے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، "حضرت عمرؓ نے بازار میں ایک ریشمی جبّہ بکتا ہوا دیکھا، وہ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اسے خرید لیجئے تاکہ آپ عید اور وفود کے لئے اس سے زینت کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" یہ لباس (یعنی ریشمی کپڑا) وہ شخص پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصّہ نہ ہو۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین و صحیح مسلم کتاب اللباس)

(۸) عید کا اہتمام کرے۔ اگر عید کے دن بچیاں دف بجا کر گائیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، "عید کا دن تھا، میرے پاس دو انصاری لڑکیاں دف بجا کر وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے دن کہے تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں گانے والیاں نہیں تھیں، اتنے میں ابو بکرؓ داخل ہوئے، انہوں نے کہا، "کیا شیطانی باجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے ابو بکر! انہیں چھوڑ دو، ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین و صحیح مسلم باب الرخصۃ فی اللعب)

(۹) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے طاق کھجوریں کھائے۔ حضرت انسؓ فرماتے

ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے۔" حاکم کی روایت میں ہے کہ طاق کھجوریں کھاتے۔ (صحیح بخاری کتاب العیدین)

(۱۰) عید گاہ پہنچ کر امام کو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھائے، عید کی نماز سے پہلے یا عید کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے۔ امام کے سامنے برچھی وغیرہ گاڑ دی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز دو رکعت پڑھی، نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، "عیدالفطر اور عیدالنحر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی گاڑ دی جاتی، پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین)

(۱۱) ہر رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیریں کہے، پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ۔ (حدیث پہلے گزر چکی ہے) سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ ق اور دوسری میں سورۃ اقتربت الساعۃ یا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں ھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھے۔" (صحیح مسلم کتاب العیدین)

حضرت واقد اللیثیؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی دو رکعتوں میں سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے۔" (صحیح مسلم کتاب العیدین)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے۔" (صحیح مسلم کتاب الجمعہ)

(۱۲) امام کو چاہئے کہ عید کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، "عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اتر گئے۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین و صحیح مسلم کتاب العیدین)

(۱۳) اگر عورتوں نے خطبہ نہ سنا ہو تو امام کو چاہئے کہ ان کے قریب جاکر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے، مرد اس وقت بھی بیٹھے رہیں، جائیں نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، "میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر آپ نے خیال کیا کہ آپ عورتوں کو نہ سنا سکے تو آپ ان کے پاس آئے اور ان کو بھی نصیحت کی۔" (صحیح بخاری کتاب الذکوٰۃ و صحیح مسلم کتاب العیدین)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف چلے، گویا کہ وہ منظر اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ جس وقت آپ اپنے ہاتھ کے اشارے سے مردوں کو بٹھا رہے تھے یہاں تک کہ آپ مردوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے۔" (صحیح مسلم کتاب العیدین)

(۱۴) نماز لمبی پڑھائے اور خطبہ مختصر دے لیکن افراط و تفریط سے بچتے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو۔" (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ)

حضرت جابر بن سمرةؓ کہتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں متوسط درجے کے ہوتے تھے۔" (نہ افراط اور نہ تفریط) (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ)

(۱۵) خطبہ کے وقت امام کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ میں عصا یا کمان لے۔ خطبہ کی ابتداء حمد و ثناء سے کرے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر لوگوں کی طرف منہ کیا، آپ کو ایک کمان یا عصا دیا گیا تو آپ نے اس پر سہارا لیا، پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔" (رواہ احمد بلوغ جزء ٦ ص ۱۵۳ وروی نحوہ ابو داؤد فی کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ العیدین باب الخطبہ جزء اول ص ۱۶۹ و سندہ صحیح مرعاۃ جلد ۲ ص ۳۴۳)

(۱۶) امام کو چاہئے کہ لوگوں کو نصیحت کرے، احکام جاری کرے اور جو اہم باتیں ہوں وہ بتائے، مثلاً جہاد وغیرہ کی تیاری کا حکم دے، تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خطبہ سنتے رہیں۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں، "تمام لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کرتے، وصیت کرتے اور حکم دیتے۔ اگر کہیں لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اس کو ترتیب دے دیتے یا اور کسی کام کا حکم دینا ہوتا تو اس کا حکم دے دیتے۔" (صحیح بخاری کتاب العیدین و صحیح مسلم کتاب

العیدین)

(۱۷) خطبہ کے بعد راستہ بدل کر گھر واپس ہو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں، ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن واپسی میں راستہ بدل دیا کرتے تھے۔“(صحیح بخاری کتاب العیدین)

(۱۸) اگر کسی عورت کے پاس عید گاہ جانے کے لئے چادر نہ ہو تو اس کے ساتھ جانے والی عورت کو چاہئے کہ اپنی چادر میں اسے بھی چھپالے۔ حضرت اُمِّ عطیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ”اے اللہ کے رسول !اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس پر کوئی گناہ ہے اگر وہ عیدگاہ نہ جائے؟“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اس کے ساتھ والی عورت کو چاہئے کہ وہ اپنی چادر میں اسے بھی چھپالے۔“(بخاری کتاب العیدین وروی مسلم نحوہ باب ذکرا باحتہ خروج النساء فی العیدین جزء اول ص ۳۵۲)

(۱۹) عید کے دن جنگی مشقیں کرانا اچھا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ) عید کا دن تھا، کچھ حبشی ڈھالوں اور ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔“(صحیح بخاری کتاب العیدین و صحیح مسلم باب الرخصتہ فی اللعب)

(۲۰) عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں، ”میں نے عید کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نمازِ عید پڑھائی۔“(صحیح مسلم کتاب العیدین)

(۲۱) عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہئے۔

(۲۲) عید کی نماز صبح کے وقت پڑھی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جایا کرتے تھے۔“(صحیح بخاری کتاب العیدین)

دُعاء: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ (۱) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ، اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ٥

ترجمہ اور (اے رسول !) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں

(کہ میں دور ہوں یا نزدیک)، تو کہہ دیجئے کہ میں نزدیک ہوں، جب دعاء کرنے والا مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کی دعاء کو قبول کرتا ہوں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ (جس طرح میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں)، وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ انہیں (دعاء کی قبولیت کے ساتھ) ہدایت بھی مل جائے۔(البقرہ ۔ ۱۸۶)

تفسیر: آیت زیرِ تفسیر کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں یا اس سے دعاء مانگتے ہیں تو وہ ہمارے قریب ہوتا ہے یا دور؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول! کہہ دیجئے کہ میں تمہارے قریب ہوں، دعاء کرنے والے کی دعاء کو ہر حالت میں اور ہر جگہ سے سنتا ہوں مجھ سے اس کی دعاء پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۝

بے شک اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں(آل عمران ۔ ۵)

(۳) وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝

ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ق ۔ ۱۶)

(۴) وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۔

تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے(الحدید ۔ ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعاء مانگتا ہے۔"(صحیح مسلم کتاب الذکر)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں، "ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو (بلند آواز سے) اللہ اکبر کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم سننے والے، دیکھنے والے کو پکار رہے ہو اور وہ (ہر وقت) تمہارے ساتھ ہے۔"(صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الدعوات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ حاضر ہے،

غائب نہیں لیکن اس کے حاضر ہونے کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔

الغرض، اللہ تعالیٰ دعاء کرنے والے کے بہت قریب ہوتا ہے، وہ ہر جگہ سے، ہر وقت، ہر حالت میں دعاء کرنے والے کی دعاء کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ دعاء کو اس تک پہنچانے کے لئے نہ کسی وسیلہ کی ضرورت ہے اور نہ چیخنے چلّانے کی۔ وہ خود براہِ راست دعاؤں کو سن لیتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ فریادیوں کی فریاد سے بے خبر نہیں ہوتا۔ دنیا کے بادشاہوں تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے بادشاہ کی قربت ضروری ہوتی ہے یا کسی دوسرے کا وسیلہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قربت ہر انسان کو ہر وقت حاصل ہے لہٰذا دنیا کے بادشاہوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں۔

اس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس طرح میں ان کی دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں، انہیں بھی میرے احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے، میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں، وہ میرے احکام پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس طرح انہیں دعاء کی قبولیت کے ساتھ ہدایت بھی مل جائے گی اور اس طرح وہ حقیقی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکیں گے۔

آدابِ دعاء: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

(اے لوگو!) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعاء مانگا کرو (اور حد سے نہ بڑھ جایا کرو)، اللہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا (الاعراف ۔ ۵۵)

تفسیر: اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے۔ اسی کا حق ہے کہ اسے پکارا جائے لہٰذا اے لوگو! اسی کو پکارو، اسی سے دعاء مانگو، عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے (اللہ تعالیٰ نے تمام کاموں کے لئے حدود مقرر کر دیئے ہیں لہٰذا ان مقرّرہ حدود سے آگے نہ بڑھو اور اس بات کو یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دعاء کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر کئے ہیں لہٰذا ان حدود سے آگے نہ بڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "اس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعاء اور پاکی میں حد سے تجاوز کریں گے۔" (رواہ احمد و سندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۱۴

ص۲۷۶ و المستدرک کتاب الدعاء باب الاعتداء فی الدعاء جزء اول ص ۵۴۰)

اب ہم دعاء کے آداب لکھتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ دعاء میں حد سے تجاوز کرنے کے کیا معنی ہیں۔ جو ان آداب سے تجاوز کرے گا وہ گویا دعاء میں حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعاء کے یہ آداب بتائے۔

(۱) دعاء صرف اپنے ربّ سے مانگو۔

(۲) دعاء عاجزی سے گڑگڑا کر چپکے چپکے مانگو۔

(۳) دعاء میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

دعاء کے بقیہ آداب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۴) حلال طریقہ سے کمائی ہوئی آمدنی اپنے استعمال میں لائیے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (ایسے) شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کر رہا ہے، بال اس کے بکھرے ہوئے ہیں، جسم و لباس غبار آلود ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اے ربّ! اے ربّ (کہہ کر دعاء کرتا ہے) لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اس کی پرورش حرام سے ہورہی ہے تو ایسی صورت میں اس کی دعاء کیسے قبول ہوسکتی ہے؟" (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی پریشان حال ہو لیکن اگر اس کی کمائی حرام ہے تو اس کی دعاء قبول نہیں ہوگی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پریشان حال مسافر کی دعاء کی قبولیت کا امکان زیادہ ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب سمجھے، اس کے احکام کو مانے اور اس سے براہ راست طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۲) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ،
إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ٥

اور (اے رسول! لوگوں سے کہہ (دیجئے) کہ تمہارے ربّ نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعاء کرو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کریں گے وہ عنقریب ذلیل و خوار ہوکر دوزخ میں داخل ہوں گے۔(المؤمن ۔ ۶۰)

(۶) دعاء میں اس طرح نہ کہہ کہ "اے اللہ! اگر تو چاہے تو ایسا کر دے" بلکہ یقین اور پختگی کے ساتھ دعاء مانگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ فرماتے ہیں، "جب تم میں سے کوئی دعاء کرے تو پختگی کے ساتھ دعاء کرے اور اس طرح ہرگز نہ کہے کہ "اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطاء کر دے" کیونکہ اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں (وہ تو جب چاہے گا تب ہی دے گا۔ اس پر کوئی جبر کرنے والا نہیں کہ اس سے بغیر اس کے چاہے ولوا دے)"۔(صحیح بخاری کتاب الدعوات و صحیح مسلم کتاب الذکرو الدعاء)

(۷) دعاء کی قبولیت کے لئے جلدی نہ کرے۔

(۸) تھک کر دعاء کرنا نہ چھوڑے۔

(۹) گناہ کی دعاء نہ کرے۔

(۱۰) رشتہ قطع کرنے کی دعاء نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "تم میں سے ہر ایک کی دعاء قبول کی جاتی ہے جب تک جلدی نہ کرے، کہنے لگے کہ میں نے دعاء کی لیکن میری دعاء قبول نہیں ہوئی"۔(صحیح بخاری کتاب الدعوات و صحیح مسلم کتاب الذکر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "بندے کی دعاء برابر قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ گناہ کی یا رشتہ قطع کرنے کی دعاء نہ کرے (بشرطیکہ) جلدی نہ کرے"۔ آپ سے پوچھا گیا، "اے اللہ کے رسول!جلدی کیا ہوتی ہے؟" آپ نے فرمایا، "(جلدی یہ ہے کہ بندہ اس طرح) کہے،میں نے (خوب) دعاء کی، (خوب) دعاء کی،میں نہیں سمجھتا کہ اللہ (تعالیٰ) میری دعاء قبول کرے گا، پھر ایسی حالت میں وہ تھک کر دعاء کرنا چھوڑ دے"۔(صحیح مسلم کتاب الذکرو الدعاء)

(۱۱) اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے یا اپنے مال کے لئے بد دعاء نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،"اپنے لئے بد دعاء نہ کیا کرو اور نہ اپنے مال کے لئے بد دعاء کیا کرو،کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بد دعاء ایسی ساعت میں (زبان سے) نکلے کہ (اگر) اس (ساعت) میں اللہ سے مانگا جائے تو اللہ (ضرور) قبول کرے"۔(صحیح مسلم کتاب

الزھد و الرقاق)

(۱۲) خوشحالی کے زمانہ میں کثرت سے دعاء کرے تاکہ مصیبت کے زمانہ میں دعاء جلدی قبول ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اللہ سختیوں اور تکلیف میں اس کی دعاء قبول کرے تو اسے چاہئے کہ خوشحالی (کے زمانہ) میں کثرت سے دعاء کرے۔" (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات و رواہ الحاکم نحوہ فی کتاب الدعاء و سندہ صحیح۔ مرعاۃ جزء ۴ ص ۴۰۴)

(۱۳) دعاء میں مسجّع اور مقفّٰی عبارتیں استعمال نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، "دعاء میں مسجّع عبارت پر نگاہ رکھو اور اس سے بچو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ اس سے بچتے تھے۔" (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

نوٹ: مسجّع عبارت وہ ہوتی ہے جس میں قافیے کا اہتمام ہو یعنی اشعار پڑھکر دعاء مانگنا۔ یہ طریقہ خلافِ سنّت ہے، ایسی دعاء سے بچنا چاہئے۔

(۱۴) موت کی دعاء نہ کرے۔ حضرت خبّاب فرماتے ہیں، "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعاء کرنے سے منع نہ کر دیا ہوتا تو میں موت کی دعاء کرتا۔" (صحیح بخاری کتاب الدعوات و صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے دعاء نہ کرے، اس لئے کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے اور مومن کی عمر اس کے لئے کچھ زیادہ نہیں کرتی سوائے خیر کے (یعنی اگر مومن کی عمر زیادہ ہوگی تو نیکیاں اور بڑھیں گی کیونکہ وہ نیکیاں کرتا ہی رہے گا جب تک زندہ رہے گا۔") (صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء)

(۱۵) دعاء اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ مانگے کیونکہ دعاء بھی عبادت کی ایک قسم ہے اور عبادت کسی کے لئے جائز نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "دعاء (یعنی مانگنا اور پکارنا) عبادت ہے اور تمہارا ربّ فرماتا ہے، مجھ سے دعاء کرو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کریں گے وہ عنقریب ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں

داخل ہوں گے۔"(رواہ الترمذی و صححہ فی ابواب الدعوات)

(۱۶) جب دعاء کرے تو وضوء کرلے۔

(۱۷) قبلہ کی طرف منہ کرے۔

(۱۸) دونوں ہاتھوں کو دراز کرے اور ان کو اتنا بلند کرے کہ بغلیں کھل جائیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا، پھر وضوء کیا پھر دونوں ہاتھوں کو بلند کیا، پھر اس طرح دعاء کی، اے اللہ! عبید ابو عامر کو بخش دے (آپ نے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا تھا کہ) میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔"(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء الوضوء)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، "جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا اور وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا پھر ہاتھوں کو دراز کیا اور اپنے ربّ سے دعاء مانگنے لگے۔"(صحیح مسلم کتاب الجہاد)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے (دعاء کے لئے) ہاتھوں کو دراز کیا یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔"(مسند احمد ورجالہ ثقات بلوغ الامانی جزء ۱۴ ص ۲۷۰ و سندہ صحیح)

(۱۹) دونوں ہاتھ اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور حمد کی ابتداء ان الفاظ سے کرے" سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی الْعَلِیِّ الْوَهَّابِ (ترجمہ) پاک ہے میرا رب بلند و بالا اور خوب دینے والا ہے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں، "میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعاء کرتے تو اس ثناء سے ابتداء کرتے" سبحان ربی الاعلی العلی الوہاب۔ (رواہ احمد و سندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۱۴ ص ۲۷۱)

(۲۰) حمد کرنے کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعاء کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "جب تم میں سے کوئی دعاء کرے تو اللہ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعاء مانگے۔"(رواہ الترمذی و صححہ فی ابواب الدعوات)

(۲۱) دعاء تین مرتبہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جب دعاء کرتے تو تین مرتبہ دعاء کرتے۔"(صحیح مسلم کتاب الجہاد)

(۲۲) اگر امام وغیرہ سے دعاء کے لئے کہا جائے تو حاضرین بھی دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا سکتے ہیں اور دعاء کرسکتے ہیں۔

(۲۳) اگر امام سے دعاء کے لئے ایسے موقع پر کہا جائے کہ وہ خطبہ دے رہا ہو تو امام قبلہ کی طرف منہ نہ کرے بلکہ اسی حالت میں ہاتھوں کو دراز کرکے دعاء مانگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں، "دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی اس حال میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ (دے رہے تھے)، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مویشی ہلاک ہوگئے، اہل و عیال ہلاک ہو گئے، لوگ ہلاک ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور آپ دعاء مانگنے لگے۔ لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور وہ بھی دعاء مانگنے لگے۔"(رواہ البیہقی وسندہ صحیح و رواہ البخاری فی صحیحہ تعلیقاً فی کتاب الاستسقاء)

(۲۴) دوسرے سے دعاء کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں، "اُمِّ سلیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،"انسؓ آپ کا خادم ہے (اس کے لئے دعاء کر دیجئے)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی "اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور جو کچھ تو اسے دے اس میں اس کے لئے برکت عطاء فرما۔"(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

(۲۵) جب کسی دوسرے کے لئے دعاء کرے تو پہلے اپنے لئے دعاء کرے پھر اس کے لئے دعاء کرے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کا ذکر فرماتے، پھر اس کے لئے دعاء کرتے تو اپنے نفس سے ابتداء کرتے (یعنی پہلے اپنے لئے دعاء فرماتے)۔"(رواہ الترمذی و صححہ فی ابواب الدعوات)

(۲۶) مظلوم کی بد دعاء سے بچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "مظلوم کی بد دعاء سے بچو کیونکہ (اس کی) بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔"(صحیح بخاری کتاب المظالم)

(۲۷) مسلم بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعاکرے تو یہ دعاء کرنے والے کے حق میں بہت اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "مسلم جب اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعاء کرتا ہے تو اس کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ دعاء

کرنے والے کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے تو جب کبھی وہ اپنے (مسلم) بھائی کے لئے بھلائی کی دعاء کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو مقرر ہوتا ہے کہتا ہے، آمین اور تیرے لئے بھی اسی کے مثال بھلائی (ہو)"۔(صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء)

(۲۸) اپنے عملِ صالح کے وسیلہ سے دعاء مانگنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے تین آدمی کہیں چلے جارہے تھے کہ اسی اثنا میں ان کو بارش نے گھیر لیا۔ وہ ایک غار میں چلے گئے،اس غار کا منہ ایک پتھر کے گرنے سے بند ہوگیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا،اے لوگو!اللہ کی قسم، تمہیں کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی سوائے اس کے کہ صدق (دل سے) تم نے جو عملِ صالح کیا ہو اور تم جانتے ہو کہ اس معاملہ میں سچ کہہ رہے ہو، اس کے ذریعہ اللہ سے دعاء کرو۔ ان میں سے ایک نے کہااے اللہ ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا۔ اس نے میرے لئے ایک فرق چاول کی اجرت پر مزدوری کی۔ وہ چلا گیا اور مزدوری چھوڑ گیا۔ میں نے اس فرق میں جو چاول تھے انہیں بو دیا۔ پھر میں نے اس سے بیل (وغیرہ) خریدا۔ (کچھ عرصہ بعد) وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے مزدوری طلب کی میں نے کہا، یہ اونٹ، بیل، بکری،غلام،جو تم دیکھ رہے ہو ان کے پاس جاؤ اور انہیں ہانک لے جاؤ،یہ اسی فرق کی آمدنی ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے ! مجھ سے مذاق نہ کر۔میں نے کہا،میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ الغرض،وہ تمام چیزیں لے کر انہیں ہانکتا ہوا لے گیا۔(اے اللہ !) اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے تیرے ڈر سے اور تیری رضاء کے لئے کیا تو اس غار کے منہ کو کھول دے۔ وہ پتھر اس غار سے کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ ! تو جانتا ہے کہ میرے بڑے بوڑھے ماں باپ تھے۔ میں ہر رات کو ان کے پاس اپنی بکریوں کا دودھ لے کر آتا تھا اور ان سے پہلے اپنے اہل و عیال اور غلام کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک رات کو (اتفاقاً) دیر ہوگئی اور وہ دونوں سو گئے۔ میرے اہل و عیال بھوک سے بلبلا رہے تھے لیکن میں نے انہیں نہیں پلایا جب تک اپنے ماں باپ کو نہ پلا لیا۔ میں نے ان کو جگانا اچھا نہیں سمجھا اور ان کو چھوڑنا بھی پسند نہیں کیا، کہیں وہ نہ پی کر کمزور ہوجائیں،میں برابر ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی (اے اللہ !) اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر سے اور تیری رضاء

جوئی کے لئے کیا ہے تو ہم پر سے (پتھر) ہٹا کر غار کا منہ کھول دے۔ پتھر ہٹ گیا یہاں تک کہ آسمان نظر آنے لگا لیکن ابھی وہ باہر نہ نکل سکے۔ تیسرے نے کہا اے اللہ تو جانتا ہے میری ایک چچا زار بہن تھی جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی اور میں اس سے اتنی شدّت کے ساتھ محبت کرتا تھا جتنی شدّت کے ساتھ مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے اس کو اپنا نفس میرے حوالے کرنے کی ترغیب دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ قحط پڑ گیا۔ وہ میرے پاس آئی۔ (میں نے اس سے اس کا نفس طلب کیا) ، اس نے اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ میں اسے ایک سو دینار دوں۔ میں نے مطلوبہ رقم کی جستجو کی یہاں تک کہ جب وہ رقم حاصل ہوگئی تو میں اس رقم کو لے کر اس کے پاس آیا۔ میں نے اس کو ۱۲۰ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے اپنے نفس پر قابو دے۔ اس نے اپنے نفس کو میرے قابو میں دے دیا پھر جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا، اللہ سے ڈر ! میں اس کام کو تیرے لئے حلال نہیں کرتی۔ تو مہر کو نہ توڑ مگر اس کے حق کے ساتھ۔ میں کھڑا ہوگیا حالانکہ وہ تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب تھی۔ اے اللہ ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر سے اور تیری رضاء جوئی کی خاطر کیا ہے تو (اس غار کا منہ) کھول دے۔ اللہ نے ان کے لئے (غار کا منہ) کھول دیا اور وہ لوگ باہر نکل آئے۔" (صحیح بخاری کتاب بداء الخلق)

عمل

اے لوگو ! اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھئے ، اسے حاضر و ناظر، سمیع و بصیر سمجھئے ، بغیر کسی وسیلہ کے اس سے طلب کیجئے ، اس تک بات پہنچانے کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں البتہ دعاء کی قبولیت کے لئے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ یا کسی زندہ آدمی سے دعاء کرانا احادیث سے ثابت ہے اور یہ جائز ہے۔

تلخیص و ترتیب : محمد صدیق میمن

احادیث کے عربی متن اور مکمّل حوالوں کے لئے " تفسیر قرآنِ عزیز " کا مطالعہ کیجئے۔ از :۔ مسعود احمد صاحب

تفہیم الاسلام کا تعارف

یہ کتاب ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب "دو اسلام" کا محققانہ جواب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد برق صاحب اپنے گمراہ کن نظریات سے تائب ہو گئے۔ جو علم کے سمندر کی سیر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔

اسلام تو ایک ہی ہے مگر ہر فرقے نے اپنا الگ اسلام بنالیا ہے بلکہ ہر شخص اسلام کے متعلق اپنی الگ رائے رکھتا ہے، دوسرے سے اپنا الگ نظریہ رکھتا ہے اور اپنے آپ کو برحق سمجھتا ہے۔

ایک جنگل میں سب اندھے تھے۔ ان میں آنکھوں والا ایک ہی تھا۔ اس نے کہا آؤ اس ہاتھی کو پہچانو اور بتاؤ کیسا ہے۔ سب اندھوں نے ہاتھی کو ہاتھ لگایا سب نے دعویٰ کیا کہ وہ ہاتھی کو پہچان گئے۔ جس نے پاؤں کو چھوا اس نے دعویٰ کیا کہ ہاتھی درخت جیسا ہے۔ جس نے دُم کو چھوا اس کا دعویٰ تھا کہ ہاتھی رسّی جیسا ہے۔

اندھے سب برحق تھے۔ یہی حال ہم سب کا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے، رسولؐ ایک ہے مگر سنتیں سب کی الگ الگ ہیں، اسلام سب کا الگ الگ ہے۔

ہم سب اندھے ہیں۔ ہم قرآن کو پڑھتے ہیں، اسکو چھوتے ہیں مگر اسکو سمجھنے کی ہم میں بصیرت نہیں، ہم کو فرصت نہیں پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ برحق ہیں۔ ہم سب ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔

حق تو ایک ہے۔ اتنے سارے حق کہاں سے آگئے؟ اتنے سارے اسلام کہاں سے آگئے؟ اسکا نتیجہ تو یہ نکلا کہ سب نے اپنے اپنے نفس اور اپنی مرضی کو اپنا الٰہ بنالیا ہے۔ سب نے اپنی اپنی سنتیں اور طریقے الگ بنالئے ہیں، سب کی اپنی اپنی کتابیں اور کھاتے ہیں مگر ایک اللہ کا تو یہی پیغام ہے "اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑلو"۔ مگر سب اپنی اپنی رسّی کو اللہ کی رسی سمجھتے ہیں۔ مؤلفہ : مسعود احمد

ہماری کتاب "تفہیم الاسلام" کا مطالعہ کیجئے۔ آنکھوں کے اندھیرے دور ہو جائینگے۔

تلاشِ حق

کا تعارف

حق کا مطلب سب سمجھتے ہیں مگر حق کو کوئی پہچانتا نہیں ۔ تلاشِ حق کی کسی کو فرصت نہیں ۔ سب کا دعویٰ ہے کہ وہ برحق ہیں ۔حق کے معاملے میں سب خود کفیل ہیں ۔ اس لئے تلاشِ حق کی کسی کو ضرورت نہیں ۔ سب اپنے اپنے مذہب ، مسلک اور فرقے میں مست ہیں ۔ سب اپنی اپنی ڈگر پہ چلے جا رہے ہیں جیسے آسمان کے ستارے ۔ سب بکھرے ہوئے ہیں ۔ اتحاد کی کوئی ضرورت نہیں ۔ نقّار خانہ میں طوطی کی صدا ہے ۔ کوئی کسی کی سنتا نہیں کیوں کہ ہم سب سُنّی ہیں ۔ سن کر ایمان لانا اور عمل کرنا ہماری صفتِ خاص ہے ۔ ہمارے پاس سُنا سُنایا اسلام ہے اس لئے اہلسنّت ہونے پر ہم فخر کرتے ہیں ۔ سب اپنے اپنے میں گم ہو چکے ہیں ۔ کسی کو کسی کی تلاش نہیں ۔ ہماری کتاب "تلاشِ حق" صبح کا روشن ستارا ہے ۔ اس کا پیغام ہے "آؤ ستارو ! سب ایک ہو جاؤ ، اِدھر اُدھر بھٹکو نہیں تاکہ ہم بھی سورج کی طرح روشن ہو جائیں ۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالیٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالیٰ سے تعلق	.. دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین



©

JAMAAT-UL-MUSLIMEEN [INDIA]

[Preaching pure and unadulterated Islam]

www.india.aljamaat.org

MARKAZ JAMAAT-UL-MUSLIMEEN (HIND)
Flat #204, Saleem Masood Complex,
Tolichowki – Main Road,
Hyderabad – 500 008 (A.P.)
Cell:91-7396620946 / 9246343676